OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
SZIC
الثقافة الإسلامية
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

# قرعہ اندازی کی تشریعی اور فقہی حیثیت، علمی و تحقیقی جائزہ

# Lottery in the light of Shariah & Jurisprudence (Scientific and Research Review)

***Syed Ateeq Ullah Agha***
*M.Phil Research Scholar, Faculty of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta.*

*سید عتیق اللہ آغا
ایم فل ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

***Dr.Sahibzada Baz Mohammad***
*Assistant Professor, Faculty of Islamic Studies, University of Balochistan,Quetta*

**ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

****Dr.Mohammad Saleem***
*Additional Director, Secondary and Primary Schools of Balochistan*

***ڈاکٹر محمد سلیم
ایڈیشنل ڈائرکٹر اسکینڈری اینڈ پرائمری اسکولز آف بلوچستان

**Abstract:**

Lottery is a common interactive method of distribution by which the shares of the participants in different items, rights, etc. are determined by separating the shares of the participants, then there are many of its types and the rules and regulations of the form and type of lottery are also mentioned in the Holy Quran and Ahadith. Especially nowadays on account of the immense diversity in business and rights, the importance of lottery has been further increased, such as prize bonds, and many other types of lotteries etc. Hence, there is a need to understand all these issues concerning lottery to be resolved

in the light of sharia, Islamic jurespendence and protection from the curse of gambling and usury.

**Keywords**: Lottery, Islamic Teachings, Shariah, Jurespendence Light.

**تمہید و تعارف:** اسلامی تعلیمات اپنے مطیع مسلمانوں کو زندگی کے مختلف موڑ پر اسلامی دائرہ کے حدود میں رہتے ہوئے اچھی زندگی گذارنے کا درس دیتا ہے خواہ وہ سیاسی نظام ہو، معاشی ہو یا سماجی، زندگی کے مختلف مسائل کے حل کے لیے وسائل کا ہونا اس سے کسی ذی شعور انسان کو راہِ فرار نہیں جس قدر انسان کی معاشی زندگی مستحکم ہو گی اسی قدر وہ خوش و خرم ہو گا۔ دائرۂ اسلام کے اندر انسان کو اپنی زندگی اقتصادی حوالے سے مستحکم بنانے کے لیے کوشاں نظر آتا ہے۔ بہر حال، باہم جب کئی لوگ اپنی معاشی و اقتصادی کے حوالے سے ہر ممکن جائز ذرائع اپنانے کی تگ و دو میں رہتے ہیں، تو اس طرح متفقہ طور پر نتیجتاً اکثر و بیشتر ان کے حصوں میں ضرور کچھ نہ کچھ آجاتا ہے یہ انہی کی باہمی حصص، کاروبار، شراکت داری، اور باہمی اتفاق اور دیگر مختلف جائز اقسام سے طے شدہ اتحاد کا ثمر ہوتا ہے جسے آخر عدل و انصاف سے مل بانٹ کر تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسطرح باہمی حصص یا دیگر جائز اقسام کے مختلف ذرائع کو اپنانے میں سے ایک قسم قرعہ، لاٹھری یا باہمی حصص کے آپس میں لین دین اور دیگر معاملات کا ہوتا ہے البتہ جس کا ضمناً ذکر زیر نظر تحقیقی مقالہ میں آرہا ہے۔ یہاں شریعت کی اصطلاح میں قرعہ کی لغوی، اصطلاحی تحقیق، معنیٰ و مفہوم کو سمجھنے کے بعد قرآنِ کریم، احادیث نبویہ ﷺ اور دیگر ائمۂ اربعہ کرامؒ فقیہانہ اسلوب و انداز کی روشنی میں قرعہ کے جواز و عدم جواز پر مبنی کلام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قدیم و جدید مآخذ فقہ سے بھرپور استفادہ کرنے کی جائز سعی کریں گے۔

**قرعہ کا لغوی معنی:** قرعہ بضم قاف اور بروزن ظلمہ عربی زبان کے لفظ 'قرع' مجرد سے مشتق ہے جس کا معنی ہے: کسی چیز کو مارنا، کٹکٹانا۔ عربی میں کہاوت ہے: (ان العصا قرعت لذی الحلم) یعنی لاٹھی عقلمند کے لیے ماری جاتی ہے، یعنی عقلمند کو تنبیہ کرنے کا فائدہ ہوتا ہے۔ باب افعال و مفاعلہ میں یہی لفظ حصہ ڈالنے کے معنی میں آتا ہے، چنانچہ مقارعۃ الرجال بمعنی لوگوں کا باہم ایک دوسرے کو مارنا ہے، قریع بمعنی سانڈ اونٹ جو کہ اونٹنی کو مار کے جفتی کرتا ہے، اسی سے مقارعہ باب مفاعلہ سے بمعنی حصہ ڈالنے اور قرعہ اندازی کے آتا ہے، اور اسے قرعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی مارنے والی چیز کی طرح کیا جاتا ہے، لہٰذا قرعہ کا معنی ہے حصہ ڈالنا، اپنا حصہ دوسرے سے الگ کرنا وغیرہ۔

**قرعہ کا اصطلاحی معنی:** اصطلاح میں قرعہ اسے کہتے ہیں کہ کئی حصہ دار باہم حصص مقرر کر کے حصص کو کاغذات میں کچھ نمبرز کے ساتھ مقید کر کے لپیٹتے ہیں اور جس کے حصہ کا جو نمبر آ جائے تو اسے وہی حصہ تقسیم میں دیا جاتا ہے، تاکہ جھگڑے وغیرہ سے لوگوں کو بچایا جائے، چنانچہ علامہ برکتیؒ نے قواعد الفقہ میں بیان کیا ہے کہ قرعہ حصہ وشئیر کو کہتے ہیں اور قرعہ اندازی ایک ایسے حیلہ کا نام ہے جس کے ذریعہ سے کسی انسان کا حصہ متعین کیا جاتا ہے۔(1) تفسیر قرطبی میں امام شافعیؒ سے اس کی تفسیر یہ منقول ہے کہ برابر کچھ چھوٹے کاغذات کے ٹکڑے کیے جائے، پھر ہر ٹکڑے پر ایک حصہ والے کا نام لکھا جائے، پھر ٹکڑوں کو مٹی کے برابر کچھ غلوں میں ڈال دیا جائے، اور پھر انہیں کچھ خشک کیا جائے، پھر انہیں کسی ایسے بندے کے کپڑے میں رکھا جائے جو اس وقت موجود نہ ہو، اور وہ غیر موجود آدمی آکر ان پر اپنا کوئی کپڑا بھی ڈال دے، پھر اندر کپڑے میں اپنا ہاتھ ڈالے اور وہ ٹکڑے نکالے جائے، پس جس کے نام کا ٹکڑا نکلے تو اسے وہی حصہ دیا جائے۔(2)

حاصلِ کلام یہ کہ کسی بھی چیز میں باہم برابر شرکاء کے مابین تقسیم کرتے وقت حصص کی تعیین کے لیے کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جس سے حصص کی تقسیم بغیر کسی تہمت وغیرہ کے ہو سکے۔

**قرعہ کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم:** قرعہ اندازی کی مشروعیت پر اصلاً پوری امت کا اتفاق واجماع ہے۔ جمہور ائمہؒ سے اس کا جواز منقول ہے، اور اس کے اصلاً جواز پر قرآن وحدیث کے بہت سے نصوص مروی ہیں، چنانچہ علامہ قرطبیؒ نے مؤطا کی تمہید میں لکھا ہے کہ گھروں کی تقسیم میں قرعہ کا جواز تمام علماء کے اجماع سے ثابت ہے۔ یہی بات علامہ ابن قدامہؒ نے مغنی میں لکھ کر کہا ہے کہ مجھے اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(3)

اسی طرح ائمہؒ کا اس کی بعض صورتوں کے عدمِ جواز پر بھی اتفاق ہے، کچھ ذیلی احکامات میں ائمہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ قرعہ کی کئی صورتوں میں قرعہ اندازی کے استحباب کے ہی قائل ہیں، جبکہ امام شافعیؒ و امام احمدؒ وغیرہ اس کے وجوب کے قائل ہیں، اسی طرح احناف قضاء جیسے بعض مسائل میں قرعہ اندازی کے ہی عدمِ جواز کے قائل ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیمؒ نے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ قرعہ اندازی کو ہمارے علماء نے دعوائے نسب، دعوائے ملکیت، غلاموں کی آزادی اور مطلقہ کی تعیین جیسے مسائل میں ناجائز کہا ہیں۔(4) جبکہ دیگر ائمہ ان صورتوں کے بھی جواز کے قائل ہیں۔

اس بارے میں احنافؒ کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ شروع میں اس کی اجازت تھی، اور احادیث میں ذکر کردہ جوازی صورتیں اسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں، جو بعد میں منسوخ ہو گئی ہیں، چنانچہ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں بطور سوال و جواب لکھا ہے کہ بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ قرعہ کیسے منسوخ ہوا ہے جبکہ حضور ﷺ سے مختلف مواقع پر ایسا کرنا ثابت ہے، اور پیغمبرِ خدا ﷺ سے کسی منسوخ امر کا کرنا کیوں کر ہو سکتا ہے؟! ہم جواب میں یہ کہتے ہیں کہ قرعہ مطلقاً منسوخ نہیں ہوا ہے، بلکہ وہ قرعہ منسوخ ہوا ہے جو از قبیلِ احکام ہے، جبکہ مذکورہ مثالیں سب از قبیلِ احکام نہیں، بلکہ تطییبِ قلب وغیرہ کے قبیل سے ہیں۔ لہذا قضاء و احکام جیسے مسائل میں قرعہ کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[5]

چونکہ احناف مسائل قضاء اور اس سے متعلقہ مسائل میں قرعہ اندازی کے قائل نہیں۔ اور اسی طرح دیگر مقامات پر احناف و مالکیہ قرعہ اندازی کے وجوب کے بجائے اس کے زیادہ سے زیادہ مستحب ہونے کے قائل ہیں، اسی لیے بعض کتب میں امام ابو حنیفہؒ اور بعض میں امام مالکؒ کی طرف قرعہ اندازی کے سرے سے ہی عدم جواز کے قول کی نسبت کی گئی ہے، چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ احناف و مالکیہ کا مشہور قول قرعہ اندازی کے غیر معتبر ہونے کا ہے، اور یہی قول قاضی عیاضؒ نے امام مالک و اصحاب مالک سے بدرجہ شہرت نقل کیا ہے، لیکن حنفیہ سے قرعہ اندازی کی اجازت بھی منقول ہے۔[6] لیکن ان حضرات کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں، بلکہ غلط فہمی پر مشتمل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ احناف نے جہاں قرعہ کی بحث فرمائی تو ساتھ یہ بھی لذکر کرتے ہیں کہ قیاس کے لحاظ سے تو اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے تھی، اس لیے کہ غدر کی ایک صورت جسے فقہاءؒ نے تعلیق التملیک علی الخطر سے تعبیر فرمایا ہیں، باتفاق امت ناجائز و حرام ہے اور اسے قمار، جوا اور میسر کہا جاتا ہے، اور قرآن مجید کی تصریح کے مطابق یہ استقسام بالازلام میں آتا ہے جسے رجس جیسے لفظ سے اس کی گندگی و حرام ہونے کی صراحت کی گئی ہے، اب مذکورہ تعریفِ قمار میں خطر سے مراد ایسی چیز ہے جس کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال برابر موجود ہو، چنانچہ (عقودِ معاوضہ میں) کسی بھی ملکیت کو ایسی گوں مگوں صورتحال کے ساتھ مقید کرنا قمار کہلاتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ایک طرف سے ادائیگی یقینی ہوتی ہے، پر دوسری طرف سے معاملہ موہوم ہوتا ہے تو وہ بھی بحکم قمار ہے، اور قرعہ میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے کہ قرعہ میں شامل افراد کسی کام کی ملکیت واحقیت کے ملنے یا نہ ملنے دونوں کے امیدوار ہوتے ہیں، اور اس صورتحال کا قیاس کے لحاظ سے عدمِ جواز ہونا چاہیے تھا، مگر احادیث و آثار کی وجہ سے خلاف قیاس بطور استحسان مقاماتِ منصوصہ میں اس کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے

ساتھ امام مالکؒ نے بھی قرعہ اندازی کو معمول بہ قرار دیا ہے، اور علامہ ابن منذرؒ سے منقول ہے کہ اس کے جواز پر تقریبا اجماع ہے۔ انہوں نے آگے امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب قولِ عدم جواز بدرجہ شہرت اور قولِ جواز کا ذکر ہے، پھر ابن منذرؒ کا ہی قول ہے کہ بتقاضائے قیاس قرعہ اندازی کی اجازت نہیں ہونی چاہیے تھی، لیکن احادیث وآثار کی وجہ سے قیاس ترک کیا گیا ہے، یہ نقل کرنے کے بعد علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف قولِ عدمِ جواز بدرجہ شہرت مروی نہیں، بلکہ امام صاحبؒ نے ایسی بات تک نہیں فرمائی ہے، البتہ انہوں نے یہ ضرور کہا ہے کہ قیاس اس کی اجازت سے مانع ہے، اس لیے کہ اس میں قمار کا کچھ معنی پایا جاتا ہے، لیکن ہم احادیث و آثار اور عہد رسالت سے آج تک قرعہ اندازی کے معمول بہ اور تعامل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑتے ہیں۔(7)

تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ شروعِ اسلام میں قرعہ کی مطلقاً اجازت تھی، لیکن بعد میں کیا قرعہ منسوخ ہوا ہے؟ اگر منسوخ ہوا ہے تو اس کی منسوخیت عام ہے یا بعض خاص صورتوں کے ساتھ خاص ہے؟ اس بارے میں ائمہ امتؒ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعیؒ و امام احمدؒ اب بھی سوائے معدودے چند صورتوں کے تمام مسائل میں قرعہ کی مشروعیت و غیر منسوخیت کے قائل ہیں، جبکہ احنافؒ کے نزدیک قرعہ کی مشروعیت اب مطلق نہیں رہی ہے، بلکہ بعض صورتوں میں اس کی مشروعیت منسوخ ہو چکی ہے، چنانچہ عقود معاوضہ میں ملکیت میں اگر موہوم صورتحال کا سامنا پایا جارہا ہو یا مسائل قضاء وغیرہ میں اس سے کسی حکم کا اثبات کیا جارہا ہو تو وہاں قرعہ کے یہ حضرات قائل نہیں، اسی وجہ سے اس سے کسی کا حق ثابت کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی کسی کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ بقول مفتی شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں ہے کہ: اگر کسی شخص کو شرعاً پورا اختیار حاصل ہو کہ وہ کئی جائز راستوں میں سے کوئی بھی راستہ اختیار کرلے، پر وہ اپنی مرضی سے کسی ایک کا تعین اگر قرعہ سے کرنا چاہے تو احناف اس کی اجازت دیتے ہیں۔(8) اسی بات کو امام سرخسیؒ نے مبسوط میں یوں بیان کیا ہیں کہ قرعہ ڈالنا صرف ان صورتوں میں جائز ہے جن کا قرعہ کے بغیر بھی کوئی حل ہو سکتا ہے، جیسے تقسیم کرنا۔(9) جبکہ امام مالکؒ کچھ صورتوں میں ان دو حضرات کے ساتھ نظر آتے ہیں، پر اکثر احکام میں ان کا مسلک احنافؒ جیسا ہے۔

تمام مذاہب کا ماحصل یہ ہے کہ احناف قرعہ اندازی کو مقامات منصوصہ میں بربنائے تطییبِ قلب اور دفعِ تہمت اجازت دیتے ہیں، چنانچہ علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ قرعہ اندازی کی اجازت اس لیے نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی حکم متعلق ہوتا ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ دلوں کو سکون ملے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ تہمت کو زیادہ دور کرتا ہے، اور اسی لیے یہ سنت کہلائے

گی۔[10] اسی بات کو لباب میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ قرعہ اندازی محض بدگمانی کے خاتمہ کے لیے مقصود ہوتی ہے، نہ کہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے، لہذا جس قرعہ اندازی سے بدگمانی کا قلع قمع کیا جاتا ہے وہاں تو قرعہ حسن کے درجہ میں ہوگا، لیکن جہاں اس سے کسی حکم کا اثبات اور پچھلے حقوق کا خاتمہ کرنا مقصود ہوگا وہاں قرعہ کی مشروعیت منسوخ ہے، جس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔[11] علامہ ابن نجیمؒ نے بحر الرائق میں ذکر کیا ہیں کہ قرعہ کوئی حجت شرعیہ نہیں، اور نہ ہی قاضی دفعِ تہمت کے واسطہ حصص کی تعیین میں اسے استعمال کر سکتا ہے، لہذا یہ دافع تو بن سکتی ہے، پر موجب نہیں کہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے۔[12] امام ابن مازہ بخاریؒ نے اپنی مشہور تصنیف محیط برھانی میں لکھا ہیں کہ قرعہ تین قسم کا ہے: پہلی قسم یہ کہ ایک حق کو ثابت کرکے دوسرے کو باطل قرار دیا جائے، یہ بالکل باطل قسم ہے، جیسے کئی غلاموں میں سے کسی ایک غیر متعین غلام کو آزاد کرنا۔ دوسری قسم یہ کہ محض تطییبِ قلب کے لیے کیا جائے تو یہ بالکل جائز ہے، جیسے سفر پہ جانے سے قبل بیویوں میں قرعہ ڈالنا، تیسری قسم یہ کہ صرف حقوق کا اثبات ہو، ابطال نہ ہو، جیسے تقسیم میں ہوتا ہے، تو اس کی اجازت ہوگی۔[13] پھر احناف کے ہاں قرعہ اندازی جوازی صورتوں میں محض مستحب ہوگی، واجب نہیں۔ لہذا قرعہ اندازی کے بغیر اگر درصورتِ اختلاف تقسیم وغیرہ کی جائے تو احناف کے ہاں اس کی گنجائش ہوگی، جبکہ شافعیہ و حنابلہ کے ہاں بحکم واجب ہے۔

مالکیہ بھی احناف کے ساتھ بجائے وجوب قرعہ کے استحباب کے قائل ہیں، جیسا کہ علامہ ابن بطالؒ نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ قرعہ اندازی کئی شرکاء میں انصاف سے تقسیم کرنے کا ارادہ رکھنے والوں کے لیے سنت ہے اور فقہاء مذکورہ قولِ سنیت پر متفق ہیں۔[14] انہوں نے قرعہ کے جواز کے واسطہ دو بنیادی شرطیں ذکر کی ہیں: (۱) تمام شرکاء حقوق و مصالح میں برابر کے شریک ہو، اور کسی بھی لحاظ سے کوئی حق یا مصلحت متعین نہ ہوا ہو۔ (۲) مذکورہ چیز حکم کے منتقل ہونے پر رضامندی کو قبول کرتی ہو، چنانچہ علامہ قرافیؒ کی فروق کے حاشیہ "تہذیب الفروق" میں ہے کہ ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط اگر مفقود ہوئی تو وہاں قرعہ اندازی جائز نہ ہوگی۔[15] دوسری شرط میں احناف مالکیہ سے اختلاف رکھتے ہیں، اور دوسری شرط لگانے کی بنیادی وجہ وہ حدیث ہے جس میں ایک مرنے والے نے مرتے وقت چھ غلام آزاد کیے تھے، پر اس کے ترکہ کا ایک تہائی صرف دو غلاموں کو شامل ہو سکتا تھا، آپ ﷺ نے دو غلاموں میں ہی آزادی کو متحقق مان کر بقیہ کو غلام رہنے دیا تھا۔ اسی وجہ سے مالکیہ یہ شرط لگاتے ہیں، اور دونوں طرف کے دلائل ان شاء اللہ اسی حدیث کے ذیل میں ذکر کیے جائیں گے۔ پھر مالکیہ کے ہاں قرعہ اندازی کی اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن رشدؒ

نے البیان و التحصیل میں بیان کیا ہے کہ قیاس کا تقاضا قرعہ کے عدمِ جواز کا ہے، اس لیے کہ اس میں غرر یعنی قمار پایا جارہا ہے، لہذا قرعہ اندازی صرف وہاں جائز ہو گی جہاں کوئی حدیث مروی ہو گی، جیسا کہ غلاموں کی وصیت کا مسئلہ۔(16)

جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بطور اثباتِ حکم کے بھی استعمالِ قرعہ کے جواز کے قائل ہیں، پھر ان حضرات سے قرعہ اندازی کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم منقول ہے، چنانچہ قرعہ اندازی کی پانچ جوازی اور دو عدمِ جواز کی صورتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ذیل میں ان تمام صورتوں کو حکم سمیت ذکر کیا جاتا ہے:

(ا) پہلی صورت یہ ہے کہ جب کئی لوگ کسی غیر معین مبہم حق میں برابر کے شریک ہو، اور استحقاق بھی شروع ہی سے غیر معین مبہم ہو اور استحقاقی حصہ کی تمیز و تعیین کے لیے قرعہ ڈالا جائے تو امام شافعیؒ و امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک اس کی نہ صرف اجازت ہے، بلکہ یہاں قرعہ اندازی لازم بھی ہو گی، جیسے: ایک شخص مرتے وقت اپنے سرمایہ میں سے کئی غلاموں کی آزادی کی وصیت کرے، اور وہ سب ایک ہی صنف کے ہو، پر اس کے سرمایہ کا ایک تہائی ان سارے غلاموں کی آزادی کی گنجائش نہ رکھتا ہو تو اب ان حضرات کے نزدیک ترکہ کی ایک تہائی کے بقدر جتنے غلاموں کی آزادی ممکن ہو گی تو اتنی تعداد میں ان غلاموں میں قرعہ ڈال کے تمیز کی جائے گی، لہذا دو غلاموں کی آزادی کی گنجائش ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی سے ان میں سے دو کی تعیین کر کے آزادی دلائی جائے گی، اور باقی غلامی پر ہی رہیں گے۔ اسی طرح نکاح میں کئی ولی ہو تو قرعہ سے ہی کسی ایک کی تعیین کی جائے گی، اسی طرح قصاص کی وصولی میں کئی ورثہ ہوں تو قرعہ کے ذریعہ بعض کو مستحق بنا کر حق دلایا جائے گا، اور یہی اصول غسلِ میت اور احقیتِ جنازہ میں بھی چلے گا۔(17)

جبکہ احنافؒ اس صورت میں قرعہ اندازی کے قائل نہیں، چنانچہ امام سرخسیؒ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ مستحق امر کی تعیین قرعہ اندازی سے کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا، اس لیے کہ یہ بالکل ابتدائی استحقاق کے حکم میں ہے۔(18) دریں صورت احنافؒ فرماتے ہیں کہ سارے غلام ایک ایک تہائی کی حد تک آزاد ہو جائیں گے، اور بقیہ دو تہائیوں کے سلسلہ میں غلاموں سے سعی کروائی جائے گی، اور کما کر لانے کے بعد بقیہ حصے بھی آزاد ہو جائیں گے۔

ائمہ ثلاثہؒ دلیل میں مصنف عبد الرزاق اور مسند احمد وغیرہ میں موجود حضرت عمران بن حصین سے مروی روایت پیش کرتے ہیں کہ عہد رسالت ﷺ میں ایک انصاری شخص نے مرتے وقت اپنے چھ غلام آزاد کیے، جبکہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی اور مال نہیں تھا۔ آپ ﷺ تک جب بات پہنچی تو آپ ﷺ نے غصہ کا اظہار فرمایا، اور پھر ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے پتہ ہوا ہوتا تو یہ مسلمانوں

کے ساتھ دفن نہ کیا جاتا، پھر آپ ﷺ نے ان غلاموں میں قرعہ اندازی کی، جن میں سے دو کو آزاد قرار دیا اور باقی چار کو غلام ہی رہنے دیا۔[19]

مذکورہ حدیث کے ظاہر سے امام شافعیؒ و امام احمدؒ قرعہ اندازی کے وقوع و لزوم پر استدلال کرتے ہیں، اور مذکورہ مسئلہ (عتقِ مریض) میں امام مالکؒ بھی ان حضرات کے ساتھ ہیں، جیسا کہ مدونہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ حدیث مذکور سے متعلق مزید یہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت صحیح سند سے کئی صحیح کتبِ حدیث میں مروی ہے، پھر عمر بن عبد العزیز، خارجہ بن زید وغیرہ جیسے بہت سے حضرات سے اس کی تائید کا قول بھی منقول ہے۔

احناف کی طرف سے حدیث کا جواب دیتے ہوئے امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں لکھا ہے کہ حضرت عمران کی مذکورہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے، اس لیے کہ قرعہ شروعِ اسلام میں مشروع تھا۔[20] امام سرخسیؒ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ مذکورہ حدیث صحیح نہیں، اس لیے کہ ایک آدمی کے چھ غلام ہو، قیمت سب کی برابر ہو، مالک کے پاس کچھ بھی ان کے علاوہ نہ ہو تو یہ تفصیل شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔[21]

ائمہ ثلاثہؒ کی مسئلہ مذکورہ سے متعلق دوسری دلیل علامہ قرافیؒ نے فروق میں یہ بیان کی ہے کہ سعایہ میں غلاموں کو ضرر و مشقت پہنچتی ہے، اور ورثہ کے حق میں تاخیر بھی، جبکہ موصی لہ کے حق میں جلدی پائی جارہی ہے، اور قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ وارث کے حق کو مقدم کیا جائے جو کہ دو تہائی ہے۔[22] احنافؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ غلاموں کو ملنے والی مشقت کے بعد ثمر و فائدہ بھی تو انہیں ملتا ہے، جس کی وجہ سے مشقت مشقت رہتی ہی نہیں، پھر قول بموجب کے مطابق آپ کی بات درست ہے کہ ورثہ کا حق زیادہ ہے، لیکن بطور ممانعہ کے یہ بات درست نہیں کہ انہیں غلاموں کی وجہ سے تاخیر کا سامنا ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں بر بنائے زیادتی تقدیم ہونی چاہیے، اس لیے کہ ورثہ کا حق گو تاخیراً ہی صحیح، پر ملنا یقینی ہے، جبکہ قولِ خصم کو قبول کرنے کی صورت میں غلاموں کو حقِ حریت سے محروم ہونا پڑ رہا ہے، اور کسی کو حرمان سے بچانا تاخیر سے زیادہ اولویت و احقیت رکھتا ہے، اور اسی تفصیل کو امام سرخسیؒ نے مبسوط میں یوں لکھا ہے کہ تاخیر و ابطال کے ضرر کا جب تقابل ہو تو وہاں تاخیر کا ضرر اہون ہوتا ہے، اور اصول ہے کہ دو ضرروں میں سے اگر کسی ایک ضرر کو قبول کرنا ہی پڑ جائے تو ان میں سے اہون ہی کو اختیار کیا جائے گا، پھر امام ابو حنیفہؒ کی تفصیل کے مطابق موصی لہ کے حق میں تعجیل نہیں ہو رہی، اس لیے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک دریں صورت وہ غلام سعایہ کی ادائیگی تک بحکم مکاتب ہوں گے، اور

ان کا کچھ حصہ بھی آزاد نہیں ہوتا۔ پھر آگے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے ایسے ہی شخص کے بارے میں جس نے مرتے وقت مقروض ہونے کی حالت میں غلام آزاد کیا تھا، فیصلہ کیا تھا کہ غلام سے سعایہ کروایا جائے گا۔ یہی حکم امام اعرج نے مرسلا حضور ﷺ سے نقل کیا ہے، اور یہی قول حضرت ابن مسعود سے مروی ہے، اس لیے کہ دین وصیت ومیراث پر مقدم ہوتا ہے، اور مرضِ وفات میں آزادی وصیت کے حکم میں ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ دین کی وجہ سے آزادی ختم مانی جاتی، پر آزادی فسخ کا احتمال نہیں رکھتی، اور غلامی ایک مرتبہ ختم ہونے کے بعد دوبارہ نہیں آسکتی، اسی لیے ہمارے حضرات سعایہ کو لازم مانتے ہیں۔ (پس جب در صورتِ دین بھی سعایہ کا جواز ہے تو عدمِ دین کی صورت میں بدرجہ اولی سعایہ کی اجازت ہونی چاہیے۔) پھر آگے حضرت ابو قلابہ کی روایت مروی ہے کہ ایک آدمی نے مرتے وقت اپنے غلام کو آزادی دی، جبکہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا مال موجود نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک تہائی میں آزادی اور بقیہ دو تہائی میں سعایہ کا فیصلہ فرمایا۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بھی ہمارے مذہب کی دلیل ہے، اور یہی حدیث امام شافعیؒ کے خلاف حجت ہوگی۔ آگے امام سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ اگر مذکورہ روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس آدمی نے وصیت کی ہو کہ حضور ﷺ ان کو آزاد کرے، اور اسی وجہ سے حضور ﷺ نے صرف دو کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہو۔ امام جصاصؒ سے 'اعتق' کا مطلب مبسوط میں یہ منقول ہے کہ اعتق کا معنی یہاں یہ نہیں کہ دو غلاموں کو آزاد کیا، بلکہ یہ کہ دو غلاموں کے بقدر آزاد کیا، اور اس بات کے ہم بھی قائل ہیں یوں کہ چھ غلاموں میں سے ہر ایک ایک تہائی کی حد تک آزاد شمار ہوگا، اور یہ مقدار دو غلاموں کے بقدر پہنچ جاتی ہے۔[23] لباب میں مذکور ہے کہ بیماری میں حضور ﷺ کا قرعہ سے ایک تہائی کی حد تک آزادی دلانے میں دو باتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے ہوسکتی ہے: پہلی بات یہ کہ یہ حکم بیمار کی آزادی دینے کے ساتھ خاص مانا جائے تو پھر اس میں مستدل حدیث مذکور ہی ہوگی، اور اگر بیمار کی آزادی، ہبہ وصدقہ جیسے تمام افعال کو شامل مانا جائے تو پھر ہبہ وصدقہ وغیرہ میں سب حضرات کا اتفاق ہے کہ مذکورہ حکم اب ان میں لاگو نہیں ہوگا، پس عتاق میں بھی یہی دلیل ہماری ہوگی۔[24] فقہ کا مسلمہ اصول ہے کہ جہاں احتمال کسی اور بات کا بھی پایا جائے تو اس چیز سے استدلال بھی باطل ہوجاتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی ایک دلیل سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن ارقم سے مروی روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے پاس موجود تھے کہ اس وقت ایک یمنی آدمی آکر حضور ﷺ کو بتانے لگے کہ اے پیغمبرِ خدا! حضرت علی کے پاس تین آدمی آئے جو ایک بچہ کے سلسلہ میں دعوے دار تھے۔ ہر ایک اسے اپنا بیٹا سمجھتا تھا، اور وہ تینوں ایک ہی طہر میں ایک عورت سے جماع کر بیٹھے تھے۔ حضرت علی نے کہا

کہ تم باہم لڑنے والے شریک ہو، اور میں تمہارے مابین قرعہ اندازی کرتا ہوں، پس جس کا نام نکل آیا تو بچہ اسی کا ہو گا، اور اس پر لازم ہو گا کہ اپنے دو ساتھیوں کو دو تہائی دیت دے، چنانچہ حضرت علی نے ان میں قرعہ ڈالا، اور نام نکل آنے والے کو بچہ دیا اور اس پر دیت لازم کر دی۔ یہ سن کر پیغمبرِ خدا ﷺ اتنے مسکرائے کہ آپ ﷺ کے نواجذ واضراس تک ظاہر ہوئے۔[25]

احناف کی طرف سے جواب دیتے ہوئے امام طحاویؒ نے شرح مشکل الاثار میں یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ پیغمبرِ خدا ﷺ کا سن کر انکار نہ فرمانا آپ ﷺ کی رضامندی کی دلیل ہے، اور یہی حکم آپ ﷺ کے نزدیک بھی اس وقت تھا، مگر اس واقعہ کے بعد یا حضور ﷺ کے بعد حضرت علی کے پاس ہی ایسا ہی مسئلہ لایا گیا، مگر آپ نے اس حکم کے خلاف حکم فرمایا۔ پھر آگے امام طحاویؒ نے اپنی سند متصل سے حضرت علی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت علی کے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے ایک طہر میں ایک عورت سے جماع کیا تھا، حضرت علی نے فرمایا کہ بچہ تم دونوں کا مشترک ہے۔ اب حضرت علی کا مذکورہ فیصلہ پیغمبر خدا ﷺ کی زندگی میں کیے گئے فیصلہ کے بالکل بر خلاف ہے، اور اس کی وجہ بجز نسخ کے کچھ اور ممکن نہیں، ورنہ حضرت علی کی عدالت پر حرف آسکتا ہے جو کہ ممکن ہی نہیں، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے منسوخ سے ناسخ کی طرف رجوع فرمایا ہے۔[26] اسی طرح امام طحاویؒ نے مختصر اختلاف العلماء میں روایت نقل کی ہیں کہ حضرت علی کے پاس دو آدمی ایک خچر کے سلسلہ میں جھگڑا لے کر آئے، ایک خصم کے پاس پانچ گواہ تھے، جبکہ دوسرے کے پاس دو گواہ تھے۔ حضرت علی نے وہ خچر دونوں میں گواہی کی بنیاد پر بغیر قرعہ ڈالے تقسیم فرمایا۔[27]

ائمہ ثلاثہ بطور دلیل حضرت یونسؑ کے قصہ سے بھی عتقِ مریض میں قرعہ کے لزومیت پر استدلال کرتے ہیں جس کے بارے میں امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ اس آیت سے بھی مسئلہ عتقِ مریض میں قرعہ کے لزومیت پر استدلال کیا گیا ہے، پر یہ محض غفلت کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ سمندر میں اپنے میں سے کسی کو ڈالنے کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کسی فقیہ کے نزدیک بھی جائز نہیں، یہ ایسا ہی ناجائز ہے جیسا اس بات پر قرعہ ڈالا جائے کہ جس کا نام نکل آیا اسے قتل کیا جائے گا، جبکہ یہاں حضرت یونسؑ نے ایسے ہی قرعہ میں اپنے آپ کو پیش کیا ہے، تو پتہ چلا کہ یہ حضرت یونسؑ کے ساتھ ہی خاص ہے۔[28]

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مستحق امر فی نفسہ معین ہے، لیکن اس پر مطلع نہ ہوا جا سکتا ہو، اور ایسے امر کی تمیز کرنے کے لیے قرعہ سے کام لیا جائے تو اس مسئلہ میں بھی شوافع و حنابلہ سے قرعہ اندازی کی اجازت معلوم ہوتی ہے، جیسے کوئی شخص کسی اڑتی چیز کو

دیکھ کر یوں کہے کہ اگر یہ پرندہ کوّا ہے تو میرا غلام آزاد ہے، اور اگر نہیں ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ یہ کہنے کے بعد اس پرندہ کی حالت معلوم نہ ہو سکی ہو تو اس بارے میں شوافع کے ایک قول میں وحنابلہ کے قول ظاہر میں قرعہ کے ذریعہ تعیین کا حکم منقول ہے، چنانچہ شیخ بہوتی حنبلیؒ نے لکھا ہے کہ پرندہ کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی صورت میں بیوی وغلام میں قرعہ ڈالا جائے گا، اور جس کے حق میں قرعہ نکلے تو اس پر آزادی یا طلاق کا حکم لاگو ہو گا۔(29) پھر علامہ ابن قدامہؒ نے مغنی میں قرعہ کے سلسلہ میں اصحابِ شافعیؒ کی یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ قرعہ اگر غلام کے نام نکل آیا تو غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن بیوی کے حق میں نکل آنے کی صورت میں بیوی مطلقہ نہ ہو گی، اس لیے کہ غلاموں کی بابت تو حضور ﷺ نے قرعہ اندازی فرمائی ہیں، پر بیوی کے سلسلہ میں نہیں، اور صورتِ طلاق مذکورہ کو عتق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ طلاق قیدِ نکاح کو شامل ہے، جبکہ قرعہ نکاح میں نہیں ہوتا، جبکہ عتق قیدِ ملکیت کو شامل ہے اور ملکیتوں میں تمیز کے لیے قرعہ دالا جاسکتا ہے۔(30) کمافی الصورۃ الثالثۃ، لیکن شوافع کے ہاں زیادہ صحیح قول قرعہ کا نہیں ہے، چنانچہ علامہ نوویؒ نے روضۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ متکلم سے وضاحت کے آنے تک شوہر کو ہر قسم کے تصرفات وفوائد کے حاصل کرنے سے منع کیا جاتا رہے گا، اور بیوی وغلام کا نفقہ بھی اس وقت تک بدستور برقرار رہے گا۔(31)

احناف ومالکیہ دونوں دریں صورت قرعہ اندازی کے قائل نہیں، پھر مالکیہ سے اس بارے میں مختصر الخلیل میں منقول ہے کہ کسی حکم کو ایسی چیز کے ساتھ معلق کرنا جسے اب اور نہ ہی بعد میں کبھی معلوم کیا جاسکتا ہو تو دریں صورت وہ حکم واقع ہو جائے گا۔(32) مذکورہ عبارت کی شرح میں شیخ علیش مالکی نے منح الجلیل میں لکھا ہے کہ کوئی شخص یوں اگر کہے کہ اگر یہ اڑتی چیز کوّا ہوا تو میری ایک بیوی کو طلاق ہے، اور اگر نہیں ہوا تو دوسری کو طلاق ہے، اور اس پرندہ کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی تو دریں صورت دونوں بیویاں مطلقہ ہو جائیں گی، لیکن اگر حقیقت معلوم ہوئی تو جانبِ آخر والی مطلقہ ہو جائے گی۔(33) جبکہ احناف سے صورتِ مذکورہ کے بارے میں کوئی تصریح تو نہیں ملی، پر اس جیسے مسائل کے احکام سے یوں پتہ چلتا ہے کہ احناف دریں صورت شوافع کے قول اظہر کی طرح بیانِ متکلم کے ساتھ حکم کو مقید مانتے ہیں، چنانچہ علامہ بخاریؒ نے محیط البرہانی میں لکھا ہیں کہ زیادات میں امام محمدؒ نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ شوہر اپنی دو بیویوں سے اگر یوں کہے کہ تم میں سے کسی ایک کو طلاق ہے تو کوئی ایک مطلقہ ہو گی، پر اس کی تعیین شوہر کی وضاحت وبیان پر موقوف ہو گی۔(34) یہی صورت مسئلہ علامہ ابن قدامہؒ نے مغنی میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ شوہر کی اگر کوئی نیت نہ ہو اور اس نے اپنی بیویوں سے یوں کہا ہو کہ

تم میں سے کسی ایک کو طلاق ہے تو بیویوں میں قرعہ ڈالا جائے گا، جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک ساری بیویاں مطلقہ ہو جائیں گی۔ امام حماد، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام سفیان ثوریؒ کے نزدیک شوہر کو اختیار ہے، جس پر طلاق واقع کرنا چاہے واقع کر دے۔[35]

(۳) ملکیتوں کی تمیز کے لیے قرعہ ڈالا جائے، اس حوالہ سے اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) کئی غلاموں کو آقا مرتے وقت آزادی دے، پر ترکہ کی ایک تہائی میں وہ آتے نہ ہو۔ مذکورہ صورت کا حکم پہلی صورت میں بیان کیا جا چکا ہے۔

(۲) کئی شرکاء کسی حق میں برابر شریک ہوں، اور باہم اپنے حصص تقسیم کرنا چاہتے ہوں جمہور فقہاء کے نزدیک اسے قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کیا جا سکتا ہے، پھر حنفیہ و مالکیہ قرعہ کی لزومیت کی بجائے جوازیت کے قائل ہیں، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ذکر کیا ہے کہ دریں صورت ہمارے نزدیک قرعہ واجب نہیں، لہٰذا اگر قاضی بغیر قرعہ کے حصص کی تعیین کرے تو یہ جائز ہے۔[36] مالکیہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے علامہ ابن رشدؒ نے مقدمات میں لکھا ہے کہ جن مشترک چیزوں میں تقسیم جائز ہوتی ہے، انہیں بطور رضامندی یا قرعہ کے ذریعہ اگر تقسیم کیا جائے، تو دونوں صورتوں میں تقسیم صحیح و لازم ہو گی۔[37] جبکہ شوافع و حنابلہ کے ہاں حقوق متساویہ مشترکہ میں تقسیم اگر رضامندی پر نہ ہو رہی ہو تو دریں صورت تقسیم میں قرعہ کا استعمال ضروری ہو گا، چنانچہ علامہ شیرازیؒ نے تنبیہ فی الفقہ الشافعی میں لکھا ہے کہ تین افراد جب زمین میں برابر کے شریک ہوں تو ان کے حصص کی تعیین میں قرعہ ڈالا جائے گا۔[38] علامہ ابن قدامہؒ نے مغنی میں ذکر کیا ہے کہ بغیر رضامندی والی صورت میں تقسیم میں قرعہ تو لازم ہے، پر رضامندی والی صورت میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے، بعض اس میں بھی لزومیت کے قائل ہیں۔[39]

(۳) بینات و گواہیوں میں تعارض ہو، اس کی موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں دس صورتیں ذکر کر کے ہر ایک کا حکم بھی ذکر کیا گیا ہے، پھر تعارضِ بینات میں حنفیہ و مالکیہ کے ہاں تو بعض میں تحالف، بعض میں تقسیم بالنصف وغیرہ کا قول منقول ہے، جبکہ حنابلہ و شوافع سے اکثر میں تقسیم بالقرعہ کی تصریح ہے۔ یہاں ان میں سے صرف ایک مسئلہ مع حکم ذکر کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ دو آدمی کسی چیز کے مالک ہونے یا حقدار ہونے کا دعوی کرے جبکہ وہ مدعی بہ چیز ان میں سے کسی کے پاس نہ ہو اور دونوں اپنی بات پر گواہ بھی پیش کریں تو احناف کے ہاں بغیر کسی قرعہ کے ان دونوں میں وہ چیز تقسیم کی جائے گی، چنانچہ مجمع الانہر میں ہے کہ کسی خارج کے پاس مدعی بہ ہونے

اور مدعیانِ ملک مطلق کا اس پر گواہ پیش کرنے کی صورت میں اس مدعی بہ چیز کا ان دونوں میں بطور شراکت کے تقسیم کا فیصلہ کیا جائے گا۔(40)

مالکیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ دردیرؒ نے شرح کبیر میں لکھا ہے کہ دونوں کی طرف سے آنے والی گواہیوں میں تعارض کی صورت میں دونوں گواہیاں ساقط ہو جائیں گی، پھر جس کے قبضہ میں چیز ہو گی، اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے گی، اور اگر کسی تیرے کے قبضہ میں ہو اور وہ کسی ایک کے حق میں اقرار کرے تو پھر مقرلہ کو دی جائے گی۔(41)شوافع کا مسلک بیان کرتے ہوئے علامہ نوویؒ نے روضۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ در مسئلہ مذکورہ اگر دونوں خصم گواہی پیش کرے تو اس بارے میں شوافع کا قول اظہر دونوں گواہیوں کا ساقط ہونا ہے اور حکم تحلیف کا لاگو ہو گا، جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں سے کام لیا جائے، اب کام لینے کے سلسلہ میں تین اقوال منقول ہیں: پہلا یہ کہ وہ چیز دونوں میں تقسیم کی جائے (کما عند الحنفیہ)۔ دوسرا یہ کہ معاملہ کو صلح تک موقوف رکھا جائے۔ تیسرا یہ کہ قرعہ اندازی کی جائے۔(42)حنابلہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے شیخ بہوتیؒ نے لکھا ہے کہ دریں صورت دونوں کے پاس گواہ ہونے کی صورت میں دونوں گواہیاں ساقط ہو جائیں گی، چاہے جس تیسرے بندہ کے پاس مدعی بہ ہے، وہ ان دونوں یا کسی ایک غیر معین کے حق میں اقرار ہی کیوں نہ کر دے، لیکن قابض اگر ایک بار دونوں کے حق میں انکار کر کے پھر ان میں سے کسی ایک معین فرد کے حق میں اقرار کر دے تو اس سے بھی مقرلہ کی گواہی کو تقویت نہیں ملے گی، اور تعارض بدستور برقرار رہے گا، اور اگر کسی کے پاس نہ مدعی بہ ہو، نہ گواہ، نہ قابض کسی ایک کے حق میں اقرار کرے تو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے تعیین کرائی جائے گی۔(43)

(۴) اختصاصی حقوق میں، یعنی ایسے حقوق جن میں سب اصلاً برابر کے شریک ہو، پر کسی ایک کو اس میں خصوصی حقیت و حیثیت بھی حاصل ہو، اس قسم رابع میں اس شخص پر کوئی ذمہ داری و ولایت نہیں ہوتی، جیسے صف اول میں جگہ لینے یا احیاء موات میں حقدار ہونے سے متعلق کئی افراد کا ہجوم جمع ہو جائے اور ہر ایک یہ کوشش ہو کہ مجھے یہ فضیلت یا حق مل جائے تو جھگڑے کے خاتمہ کے واسطہ قرعہ اندازی کو بہتر قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اسنی المطالب میں ہے کہ احیاء موات کے سلسلہ میں کسی جگہ میں دو آدمی اگر مسابقت کرے تو تصفیہ کے لیے قرعہ سے کام لیا جائے گا، بشرطیہ کہ دونوں مسلمان ہوں، اور اگر کوئی ایک مسلمان ہو اتو وہی حقدار ہو گا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ صف اول کی فضیلت پانے کے لیے اگر دو آدمی مسابقت کر جائے تو ان میں قرعہ ڈالا جائے گا۔(44)امام ماوردیؒ نے حاوی کبیر میں ذکر کیا ہے کہ کئی جنازے اگر آجائے تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک پر علیحدہ نماز پڑھی جائے، اور پہلے آنے والے جنازہ کی نماز پہلے

پڑھی جائے، لیکن اگر سب ایک ساتھ آگئے تو زیادہ دیندار و شریف النسب شخص کا جنازہ سب سے پہلے پڑھایا جائے بشرط یہ کہ کسی دوسری لاش کے خراب ہونے کا ڈر نہ ہو، لیکن پہلا جنازہ پڑھانے کے سلسلہ میں لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو قرعہ اندازی کر کے نماز پڑھی جائے۔[45] علامہ ابن مفلح نے مبدع میں لکھا ہے کہ صف اول میں اختلاف کی صورت میں امام کو اختیار حاصل ہے، اگر اس سے جھگڑا ختم نہ ہو جائے تو قرعہ کے ذریعہ سے معاملہ حل کیا جائے۔[46] علامہ ابن رجبؒ نے قواعد میں لکھا ہے کہ ایک آدمی کو ایک سے زیادہ ولیموں میں اگر دعوت دی جائے اور ہر ایک کی دعوت کا قبول کرنا اس پر حق ہو تو قرعہ ڈال کے تصفیہ کیا جائے گا۔[47] ابحاث ھیئۃ کبار العلماء میں ہے کہ جب ایک معین چیز کے اختیار کرنے میں دو آدمی باہم تنازع رکھتے ہوں، جس میں کبھی دونوں برابر طور پر حقدار ہوتے ہیں، جیسے کئی عورتیں کسی بچہ کی پرورش کرانے کے سلسلہ میں برابر درجہ کی ہوں یا بازار میں بیٹھک کے سلسلہ میں سارے لوگ باہم برابر ہیں، یا لقیط (جو بچہ گم کردہ راہ ہے، اور کئی لوگ اس کو لینے کے سلسلہ میں جھگڑ رہے ہوں، یا کسی ہوٹل میں کئی افراد ایک ساتھ ٹھہرنے کے لیے آجائے یا ایک شوہر کی کئی بیویاں ہوں، اور سفر میں کسی کو لیجانا چاہتا ہے، یا ان میں پہلی باری کس بیوی سے شروع کرے، یا کئی عورتیں ہوں جو کسی ایک شخص سے شادی کرنا چاہتی ہوں مگر ہر ایک کی خواہش ہو کہ پہلا نکاح مجھ سے ہو تو دریں ہمہ صور قرعہ سے ہی تصفیہ کرایا جائے گا۔[48]

(۵) ولایت کے حقوق میں، یعنی ایسے حقوق جن میں کئی افراد برابر کے شریک ہوں، اور اس حق کے نتیجہ میں صاحبِ حق پر ذمہ داری بھی آتی ہو، جیسے امامت میں کئی افراد کا جھگڑا کرنا، یا نکاح میں کئی اولیاء کا جمع ہونا، شرح زاد المستنقع میں ہے کہ اذان میں اگر اختلاف ہو جائے، اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو دریں صورت قرعہ کے سوا کوئی چارہ نہیں۔[49] جنگ قادسیہ میں جب مؤذن شہید ہوا، اور مؤذن بننے کے سلسلہ میں کئی افراد نے باہم مسابقت کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان تمام لوگوں میں قرعہ اندازی کر کے جھگڑا رفع کیا۔[50] علامہ ابن رجبؒ نے قواعد میں لکھا ہے کہ امامت کے لیے مطلوبہ صفات اگر دو آدمیوں میں موجود ہو اور دونوں امامت کے دعوے دار ہو تو دریں صورت اذان کی طرح ان میں قرعہ ڈالا جائے گا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر میت کے کئی ولی باہم اس کی نمازِ جنازہ کے سلسلہ میں جھگڑ رہے ہو، اور درجہ ولایت میں وہ برابر ہو تو ان میں قرعہ ڈالا جائے گا۔[51]

مذکورہ بالا متفق علیہ و مختلف فیہ صورتوں کے علاوہ بقیہ صورتوں میں قرعہ اندازی شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جائز نہیں، اور وہ صورتیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) قرعہ اندازی سے قبل اگر کسی بھی جہت سے کوئی مصلحت یا حق متعین ہو چکا ہو تو دریں صورت قرعہ اندازی کی شرعاً اجازت نہیں، اور یہی مالکیہ واحناف کا بھی مسلک ہے، چنانچہ علامہ قرافیؒ نے فروق میں لکھا ہے کہ جب کسی بھی لحاظ سے مصلحت یا حق کی تعیین ہو چکی ہو تو وہاں کسی کے نزدیک بھی قرعہ جائز نہیں، البتہ کئی مصالح یا حقوق باہم برابر ہو اور ان میں کئی شرکاء کا آپس میں تنازع ہو تو دریں صورت قرعہ کی اجازت ہو گی۔(52)

شوافع کا مسلک بھی یہی ہے، چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ قرعہ کا فائدہ صرف اس وقت ہے جب کئی شرکاء میں سے کوئی ایک کسی خاص معین چیز کو لینے کا چناؤ کرے اور کوئی دوسرا بھی ایسے ہی چناؤ میں مدعی بنے اور باہم جھگڑا پیدا ہو، اور یہ صرف دو صورتوں میں ہی ہو سکتا ہے: دونوں کے حقوق برابر ہو، یا ملکیت کی تعیین کا مسئلہ ہو۔(53)

(۲) ابضاع یعنی ملکِ بضع میں کئی افراد میں اختلاف پایا جائے یا ملکِ بضع کی حلت و حرمت میں ہی اشتباہ پایا جائے تو دریں صورت ائمہ ثلاثہؒ اور حنابلہؒ کے ایک قول میں قرعہ سے تصفیہ کرانا درست نہیں ہے، اس لیے کہ ملکِ بضع میں سب سے زیادہ احتیاط برتا جاتا ہے، اور جب تک یقین یا ظنِ غالب حاصل نہیں ہوتا، حرمت کا قول ہی اختیار کیا جائے گا، اس لیے کہ ملکِ بضع میں اصل حرمت ہی ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ہیتمیؒ نے تحفۃ المحتاج میں لکھا ہے کہ کسی ولی اقرب نے دو آدمیوں کو کسی عورت کا وکیل بنکاح مقرر کیا۔ دونوں نے نکاح کرا دیا، پر معلوم نہیں کہ کس نے پہلے نکاح کرایا ہے تو دریں صورت دونوں نکاح باطل ہوں گے، اس لیے کہ ملکِ بضع میں کوئی سببِ مبیح کے پائے جانے سے قبل اصل حرمت ہی رہتی ہے۔(54) علامہ رملیؒ نے غایۃ البیان میں ذکر کیا ہے کہ اگر بیوی میں اشتباہ ہو جائے تو موجود خواتین میں سے کسی سے بھی جماع جائز نہ ہو گا، اس لیے کہ ملکِ بضع میں احتیاط سے کام لیا جاتا ہے، جبکہ (کسی ٹھوس دلیل کے بغیر) محض اجتہاد (وتحری) احتیاط کے خلاف ہے۔(55) منثور فی قواعد الفقہ میں ہے کہ ملکِ بضع میں قرعہ اندازی کی کوئی جگہ نہیں۔(56) لیکن علامہ ابن رجبؒ نے اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ ملکِ بضع میں ظاہر قول کے مطابق دیگر اموال کی طرح قرعہ اندازی کی گنجائش ہے۔(57)

ان صور سبعہ کے علاوہ کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں تمام ائمہ کا مکمل اتفاق ہیں، چنانچہ فریقین اگر باہمی رضامندی سے کوئی چیز تقسیم کرنا چاہے اور ان میں کوئی جھگڑے کی صورتحال نہ ہو تو وہاں قرعہ اندازی کی کوئی ضرورت وحاجت نہیں۔ اسی طرح قرعہ

اندازی میں مقصود امر اگر خلافِ شریعت ہو، مثلاً اس کے ذریعہ سے شگون لینا مقصد ہو، یا کسی غیب یا مستقبل کی معرفت مقصود ہو تو دریں صورت یہ استقسام بالازلام کے حکم میں ہونے کی وجہ سے بالاتفاق حرام ہو گی۔

**لاٹری وانعامی بانڈز کا حکم:** جیسا کہ ما قبل میں ذکر کیا جا چکا ہے، عقود معاوضہ میں ملکیت کو کسی ان ہونی اور موہوم امر پر معلق کرنا قمار، جوا اور میسر کہلاتا ہے، جو بتصریح قرآن حرام و ناجائز ہے، جس میں ایک طرف سے معاملہ کی صورت یقینی ہوتی ہے، پر جانبِ آخر میں گوں مگوں کی صورتحال ہوتی ہے، مثلاً لاٹری کے حامل کی طرف سے رقم کی ادائیگی یقینی ہوتی ہے، پر دوسری طرف سے ادائیگی موہوم ہوتی ہے اور ملنے اور نہ ملنے دونوں کا امکان رہتا ہے۔ عموماً لاٹری اور قرعہ اندازی کی موجودہ اکثر صورتوں میں یہی کیفیت رہتی ہے، اسی لیے لاٹری کی اکثر صورتیں ناجائز ہوتی ہیں، لیکن اگر جانبِ آخر سے بھی ادائیگی یقینی ہو جیسا کہ بعض کمپنیاں ان کی صنعت خریدنے کی صورت میں خریداروں میں لاٹری سے کام لیتی ہیں، اور نام نکل آنے کی صورت میں انہیں مختلف انعامات دیے جاتے ہیں، اگر وہ مطلوبہ اشیاء ثمنِ مثل پر انعامات کے باوجود بیچتی ہو تو دریں صورت خطر نہ ہونے کی وجہ سے قمار و جوا میں داخل نہیں ہوں گے، بلکہ جائز و مباح ہوں گے، البتہ انعامی بانڈز کا معاملہ ان سے کچھ مختلف ہے، اس لیے کہ ان میں دونوں طرف سے ادائیگی اگرچہ یقینی ہوتی ہے، مگر یہاں عوض اصلی پر زیادتی بحکم ربوا و سود شمار ہو گی، اس لیے کہ حاملِ رسید رسید کے بدلہ حکومت کو قرضہ دیتا ہے، اور لاٹری میں نام آنے کی وجہ سے اصل قرضہ مع زیادتی کے ساتھ دیا جاتا ہے، اور قرضہ پر زیادتی بحکم ربوا و سود ہوتی ہے، لہٰذا انعامی بانڈز میں حصہ دار ہونے کے بعد نام نکل آنے کی صورت میں ملنے والی زیادتی بحکم سود شمار ہو گی۔ یعنی عقود معاوضہ میں عوض پر زیادتی جائز ہو گی بشرطیکہ ثمنِ مثل پر مذکورہ اشیاء بیچی جاتی ہو، لیکن قرض میں بر بنائے زیادتی بوجہ سود ہونے کے اجازت نہیں دی جاسکتی۔

## خلاصہ بحث:

دینِ اسلام آفاقی دین ہے، اور مکمل وابدی ضابطۂ حیات ہے جو جمیع انسانیت کو روئے زمین پر معاشی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی حوالے سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں روشن وراہِ نما اصول فراہم کرتا ہے، اور بہتر وخوشحال انداز میں زندگی گذارنے کا خواہاں ہے، انہی تعلیمات کی روشنی میں اسلام کا معاشی واقتصادی نظام کے حوالے سے باقاعدہ ایک منظم ومضبوط ڈھانچہ ہے، قرعہ اندازی کا وطیرہ اسلامی شریعت اور مختلف فقہاء کرامؒ کے نزدیک مختلف فیہ عمل رہا ہے، جس کے ذریعہ سے کسی بھی مسلمان کی معاشی قوت مضبوط ومستحکم تر ہوتی ہے اور اس طرح سے وہ اپنے خاندان اور پورے معاشرے کا باوقار اور خود کفیل شخصیت بنتا ہے۔ تاہم، قرعہ

اندازی کی مطلقاً ممانعت نہیں، بلکہ بہت سے مقامات پر شریعت اس کی حوصلہ افزائی اور بھرپور تائید کرتی نظر آتی ہے، یہاں تک کہ معروف فقہاء، امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے بقول تو شریعت کچھ ایسے مقامات پر اسے لازم و ضروری گردانتی ہے، البتہ ایسی صورتیں بھی کچھ کم نہیں جن میں اسلامی شریعت اور فقہ نہ صرف قرعہ اندازی کی حوصلہ شکنی کرتی ہے، بلکہ اسے ناجائز قرار دے کر اس کو شجر ممنوع قرار دیتی ہے۔ البتہ، مذکورہ موضوع کے حوالے سے قرآنِ کریم، احادیثِ نبویہ ﷺ اور مختلف فقہائے کرامؒ کی فقیہانہ کلام پر مبنی، بنیادی مصادر اور قدیم و جدید کتب سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اسلامی فقہ کی روشنی میں زیرِ بحث موضوع پر سیر حاصل گفتگو کیا گیا ہے۔ اور متعلقہ موضوع کے جواز و عدم جواز دونوں کو زیرِ غور لایا گیا ہے۔

## حوالہ جات

(1) برکتی، محمد امین الاحسان مجددی، قواعد الفقہ، صدف پبلشرز، کراچی: 1407ھ، ص: 427
(2) قرطبی، محمد بن احمد انصاری، دار الکتب المصریہ، قاہرہ: 1384ھ / 1964ء، ج: 4، ص: 87
(3) قرطبی، یوسف بن عبد اللہ نمیری، التمہید لما فی المؤطا، وزارۃ عموم الاوقاف، مغرب: 1387ھ، ج: 23، ص: 426
نیز موفق، عبد اللہ بن احمد مقدسی، مغنی، مکتبہ قاہرہ: 1388ھ / 1968ء، ج: 10، ص: 321
(4) ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم مصری، بحر الرائق، دار الکتاب الاسلامی: ج: 8، ص: 173
(5) طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد، شرح معانی الآثار، عالم الکتب: 1414ھ / 1994ء، ج: 2، ص، 214
(6) ابن حجر، احمد عسقلانی، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت: 1379ھ، ج: 9، ص: 311
(7) عینی، ابو محمد محمود، عمدۃ القاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت: ج: 13، ص: 234
(8) مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی: 1429ھ، ج: 7، ص: 478
(9) سرخسی، شمس الائمہ محمد، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت: 1414ھ / 1993ء، ج: 7، ص: 76
(10) کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ: 1406ھ / 1986ء، ج: 7، ص: 19
(11) انصاری، جمال الدین علی منبجی، اللباب، دار القلم، دمشق: 1414ھ / 1994ء، ج: 2، ص: 796
(12) ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم مصری، بحر الرائق، دار الکتاب الاسلامی: ج: 8، ص: 536
(13) ابن مازہ، ابو المعالی محمود بخاری، محیط البرہانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت: 1424ھ / 2004ء، ج: 7، ص: 356
(14) ابن بطال، ابو الحسن علی، شرح صحیح البخاری، مکتبہ رشد، ریاض: 1423ھ / 2003ء، ج: 7، ص: 12
(15) قرافی، احمد بن ادریس، الفروق، عالم الکتب: ج: 4، ص: 176
(16) ابن رشد، محمد بن احمد قرطبی، البیان والتحصیل، دار الغرب الاسلامی، بیروت: 1408ھ / 1988ء، ج: 15، ص: 59

(17) زرکشی، بدر الدین محمد بن عبد اللہ، المنثور فی القواعد الفقهیہ، وزارۃ الاوقاف الکویتیہ: 1405ھ / 1985ء، ج: 3، ص: 62
(18) سرخسی، شمس الائمہ محمد، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت: 1414ھ / 1993ء، ج: 7، ص: 76
(19) صنعانی، ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام یمنی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت: 1403ھ، ج: 9، ص: 159،
نیز ابن حنبل، احمد بن حنبل شیبانی، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالہ: 1421ھ / 2001ء، ج: 33، ص: 80
(20) طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد، شرح معانی الآثار، عالم الکتب: 1414ھ / 1994ء، ج: 4، ص، 381
(21) سرخسی، شمس الائمہ محمد، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت: 1414ھ / 1993ء، ج: 7، ص: 76
(22) قرافی، احمد بن ادریس، الفروق، عالم الکتب: ج: 4، ص: 111
(23) سرخسی، شمس الائمہ محمد، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت: 1414ھ / 1993ء، ج: 7، ص: 74-76
(24) انصاری، جمال الدین علی منبجی، اللباب، دار القلم، دمشق: 1414ھ / 1994ء، ج: 2، ص: 793
(25) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، مکتبہ عصریہ، بیروت: ج: 2، ص: 281
(26) طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالہ: 1415ھ / 1994ء، ج: 2، ص: 214، 212
(27) طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالہ: 1415ھ / 1994ء، ج: 4، ص: 224
(28) جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت: 1405ھ۔ ج: 5، ص: 253
(29) بہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع، دار الکتب الاسلامیہ: ج: 5، ص: 339
(30) ابن قدامہ، موفق عبد اللہ بن احمد مقدسی، مغنی، مکتبہ قاہرہ: 1388ھ / 1968ء، ج: 7، ص: 495
(31) نووی، ابوزکریا یحیی بن شرف، روضۃ الطالبین، المکتب الاسلامی، بیروت: 1412ھ / 1991ء، ج: 8، ص: 111
(32) جندی، زین الدین خلیل بن اسحاق، مختصر الخلیل، دار الحدیث، قاہرہ: 1426ھ / 2005ء، ص: 118
(33) علیش، محمد بن احمد، منح الجلیل، دار الفکر، بیروت: 1409ھ / 1989ء، ج: 4، ص: 121
(34) ابن مازہ، ابوالمعالی محمود بخاری، محیط البرہانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت: 1424ھ / 2004ء، ج: 3، ص: 318
(35) ابن قدامہ، موفق عبد اللہ بن احمد مقدسی، مغنی، مکتبہ قاہرہ: 1388ھ / 1968ء، ج: 7، ص: 496
(36) ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار، دار الفکر، بیروت: 1412ھ / 1992ء، ج: 6، ص: 262
(37) ابن رشد، محمد بن احمد قرطبی، المقدمات الممہدات، دار الغرب الاسلامی: 1408ھ / 1988ء، ج: 3، ص: 103
(38) شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی، التنبیہ فی الفقہ الشافعی، عالم الکتب: ص: 259
(39) ابن قدامہ، موفق عبد اللہ بن احمد مقدسی، مغنی، مکتبہ قاہرہ: 1388ھ / 1968ء، ج: 10، ص: 110
(40) داماد آفندی، عبد الرحمن بن محمد، مجمع الانہار، دار احیاء التراث العربی: ج: 2، ص: 272
(41) دسوقی، محمد بن احمد، حاشیۃ الدسوقی، دار الفکر: ج: 4، ص: 222
(42) نووی، ابوزکریا یحیی بن شرف، روضۃ الطالبین، المکتب الاسلامی، بیروت: 1412ھ / 1991ء، ج: 12، ص: 51

(43)بہوتی، منصور بن یونس، دقائق اولی النہی، عالم الکتب:1414ھ /1993ء، ج:3، ص:565

(44) سنبیکی، زکریا بن محمد انصاری، اسنی المطالب، دار الکتاب الاسلامی: ج:2، ص:450

(45)ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بغدادی، الحاوی الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت:1419ھ /1999ء، ج:3، ص:49

(46)ابن المفلح، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد، المبدح، دار الکتب العلمیہ، بیروت:1418ھ /1997ء، ج:2، ص:250

(47)ابن رجب، عبد الرحمن بن احمد بغدادی، القواعد، دار الکتب العلمیہ: ص:348

(48)ہیئۃ کبار العلماء (سعودی)، ابحاث ہیئۃ کبار العلماء: ج:2، ص:52

(49)حمد بن عبد اللہ الحمد، شرح زاد المستقنع: ج:3، ص:47

(50)ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد قرطبی، المحلی بالآثار، دار الفکر، بیروت: ج:2، ص:180

(51)ابن رجب، عبد الرحمن بن احمد بغدادی، القواعد، دار الکتب العلمیہ: ص:348

(52) قرافی، احمد بن ادریس، الفروق، عالم الکتب: ج:4، ص:113

(53)ابن حجر، ابوالفضل احمد عسقلانی، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت:1379ھ، :5، ص:293

(54)ہیتمی، ابن حجر احمد بن محمد انصاری، تحفۃ المحتاج، مکتبہ تجاریہ کبری، مصر:1357ھ /1983ء، ج:7، ص:269

(55)رملی، شمس الدین محمد بن احمد، غایۃ البیان، دار المعرفہ، بیروت: ص:37

(56)زرکشی، بدرالدین محمد بن عبد اللہ، المنثور فی القواعد الفقہیہ، وزارۃ الاوقاف الکویتیہ:1405ھ /1985ء، ج:3، ص:64

(57)ابن رجب، عبد الرحمن بن احمد بغدادی، القواعد، دار الکتب العلمیہ: ص:348

# References:


(1) Barkati,M.Ameem-ul-Ihsan Mujaddidi,Qawaid-ul-Fiqh,Sadaf Pub, Karachi:1407,Pg:427

(2) Qurtabi,M. Bin Ahmad Ansari,Dar-ul-Kutub-il-Misriyya,Qahira:1384/1964,Vol:4,Pg:87

(3) Qurtabi,Yousuf Bin Abdullah Namiri,Al-Tamheed lima fil-Muatta,Wazarat-o-Umoom-il-Awqaf,Maghrib:1387,Vol:23,Pg:426, Neez

Muwaffaq A.Bin Ahmad maqdasi,Mughni,Maktabah Qahira:1388/1968,Vol:10,Pg:321

(4) Ibn Nujaim,Zainuddin Bin Ibrahim Misri,Bahr-ur-Raiq,Dar-ul-Kitab-il-Islami:Vol:08 ,Pg:173

(5) Tahawi,Abu Jafar Ahmad bin Mohammad,Sharhu Maanil-Asar, Alam-ul-Kutub:1414/1994,Vol:02 ,Pg:214

(6) Ibn Hajar,Ahmad Asqalani ,Fathul-Bari ,Dar-ul-Marifa, Berut :1379,Vol:09 ,Pg:311

(7) Aeni,Abu-Mohammad Mahmood, Umdat-ul-Qari ,Dar-o-Ihyait-Turas-il-Arabi ,Berut :Vol:13 ,Pg:234

[8] Mufti M.Shafi Deobandi,Muarif-ul-Quran,Idarat-ul-Muarif ,Karachi:1429,Vol:07,Pg:478

[9] Sarakhsi,Shams-ul-Ayimmah Mohammad ,Al-Mabsoot ,Dar-ul-Marifa ,Berut :1414/1993,Vol:07 ,Pg:76

[10] Kasani,Abu-Bakr Bin Masood ,Badai-us-Sanaih, Dar-ul-Kutub-il-Ilmiyyah: 1406/1986,Vol:07 ,Pg:19

[11] Ansari,Jamaluddin Ali Manbiji,Al-Lubab ,Dar-ul-Qalam, Dimashq:1414/1994,Vol:02 ,Pg:796

[12] Ibn Nujaim,Zainuddin Bin Ibrahim Misri,Bahrurraiq,Dar-ul-Kitab-il-islami:Vol:08,Pg:536

[13] Ibn Maza,Abul-Maali Mahmood Bukhari ,Muheetul-Burhani ,Dar-ul-Kutub-il-Ilmiyyah ,Berut :1424/2004,Vol:07 ,Pg:356

[14] Ibn Battal,Abul-Hasan Ali ,Sharh Sahihul-Bukhari ,Maktaba Rushd ,Riyaz :1423/2003,Vol:07 ,Pg:12

[15] Qarafi,Ahmad Bin Idrees ,Al-Forooq ,Alam-ul-Kutub:Vol:04 ,Pg:176

[16] Ibn Rushd,Mohammad bin Ahmad Qurtabi ,AL-Bayan o Wat-Tahseel,Darul-Gharb-il-islami ,Berut :1408/1988,Vol:15 ,Pg:59

[17] Zarkashi,Badruddin Mohammad Bin Abdullah ,Al-Mansoor fil-Qawaidilfiqhiyyah ,Wazaratul awqafil-Kuwaitiyah :1405/1985,Vol:03 ,Pg:62

[18] Sarakhsi,Shamsuaimmah Mohammad ,Al-Mabsoot ,Dar-ul-Marifa ,Berut :1414/1993,Vol:07 ,Pg:76

[19] Sanani,Abu-Bakr Abdur-Razzaq Bin Humam Yamani ,Al-Musannaf ,Al-Maktab-ul-Islami ,Berut :1403,Vol:09 ,Pg:159, Neez Ibn-Hanbal, Ahmad Bin Mohammad Shebani,Muassisat-ur-Risalah:1421/2001,Vol:33,Pg:80

[20] Tahawi,Abu-Jafar Ahmad bin Mohammad, Sharhu Maanilasar Alamulkutub:1414/1994,Vol:04 ,Pg:381

[21] Sarakhsi,Shamsuaimmah Mohammad ,Al-Mabsoot ,Darul-Marifa ,Berut :1414/1993,Vol:07 ,Pg:76

[22] Qarafi,Ahmad bin Idrees ,Al-Forooq ,Alamulkutub:Vol:04 ,Page:111

[23] Sarakhsi,Shamsuaimmah Mohammad ,Al-Mabsoot ,Darul-Marifa ,Berut :1414/1993,Vol:07 ,Pg:74-76

[24] Ansari,Jamaluddin Ali Manbiji,Al-Lubab ,Darul-Qalam ,Dimashq:1414/1994,Vol:02, Pg:793

[25] Abu-Dawud,Suleman Bin Ashas Sijistani ,Sunan-e-Abi-Dawud ,Maktabah Asriyyah ,Berut :Vol:02 ,Pg:281

[26] Tahawi,Abu-Jafar Ahmad bin Mohammad ,Sharh Mushkilil-Asar ,Muassisatur-Risala :1415/1994,Vol:02 ,Pg:212, 214

[27] Tahawi,Abu-Jafar Ahmad bin Mohammad,Mukhtasaru-Ikhtilafil-Ulama ,Darul-Bashairil-Islamia ,Berut:1417,Vol:04 ,Pg:224

[28] Jassas,Abu-Bakr Ahmad Bin Ali Razi ,Ahkam-ul-Quran ,Dar-o-Ihyait-Turasil-Arabi ,Berut :1405,Vol:05 ,Pg:253

[29] Bahuti,Mansoor Bin Younus ,Kashaf-ul-Qina ,Dar-ul-Kutub-il-ilmiyyah:Vol:05 ,Pg:339

(30) Ibn Qudama,Muwaffaq Abdullah Bin Ahmad Maqdasi, Mughni ,Maktaba Qahira :1388/1968 ,Vol:07 ,Pg:495

(31) Nawawi,Abu-Zakariyya Yahya Bin Sharf ,Rozatu-Talibeen, Al-Maktab-ul-islami ,Berut :1412/1991,Vol:08 ,Pg:111

(32) Jundi,Ziauddin Khalil Bin Ishaq ,Mukhtasur-Khalil ,Darul-Hadith ,Qahira :1426/2005 ,Pg:118

(33) Alish,Mohammad Bin Ahmad ,Minahul-Jalil ,Darul-Fikr ,Berut :1409/1989,Vol:04 ,Pg:121

(34) Ibn Maza,Abul-Maali Mahmood Bukhari ,Muheetul-Burhani ,Darulkutubiilmiyyah ,Berut :1424/2004,Vol:03 ,Pg:318

(35) Ibn Qudama,Muwaffaq Abdullah Bin Ahmad Maqdasi ,Mughni ,Maktaba Qahira :1388/1968 ,Vol:07 ,Pg:496

(36) Ibn Abidain,Mohammad Ameen Bin Umar ,Raddul-Muhtar ,Darul-Fikr ,Berut :1412/1992,Vol:06 ,Pg:262

(37) Ibn Rushd,Mohammad Bin Ahmad Qurtabi,Al-Muqaddamatul-Mumahhadat ,Darul-Gharabil-Islami: 1408/1988,Vol:03 ,Pg:103

(38) Sherazi,Abu-Ishaq Ibrahim Bin Ali ,Al-Tanbeeh fil-Fiqhil-Shafi ,Alamul-Kutub : Pg:259

(39) Ibn Qudama,Muwaffaq Abdullah Bin Ahmad Maqdasi ,Mughni ,Maktaba Qahira :1388/1968 ,Vol:10 ,Pg:110

(40) Damad Afandi,Abdur-Rahman bin Mohammad,Majmaul-Anhur ,Dar-o-Ihyait-Turasilarabi :Vol:02 ,Pg:272

(41) Dasuqi,Mohammad Bin Ahmad ,Hashiyatuddasuqi ,Darul-Fikr :Vol:04 ,Pg:222

(42) Nawawi,Abu-Zakariyya Yahya Bin Sharf ,Rozatu-Talibeen ,Al-Maktabulislami ,Berut :1412/1991,Vol:12 ,Pg:51

(43) Bahuti,Mansoor Bin Younus ,Daqaiq Oolin-Nuha ,Alamul-Kutub :1414/1993,Vol:03 ,Pg:565

(44) Ansari,Zakariya Bin Mohammad Sanbiki ,Asnal-Matalib ,Darul-Kitabilislami :Vol:02 ,Pg:450

(45) Mawardi,Abul-Hasan Ali bin Mohammad Baghdadi ,Al-Hawiul-Kabeer ,Darul-Kutubil-Ilmiyyah ,Berut :1419/1999,Vol:03 ,Pg:49

(46) Ibn Muflih,Abu-Ishaq Ibrahim Bin Mohammad ,Al-Mubdih ,Darul-Kutubil-Ilmiyyah ,Berut :1418/1997,Vol:02 ,Pg:250

(47) Ibn Rajab,Abdur-Rahman Bin Ahmad Baghdadi ,Al-Qawaid ,Darul-Kutubil-Ilmiyyah:Pg:348

(48) Heat o Kibaril-Ulama(Saudi),Abhas Heat Kibaril-Ulama :Vol:02 ,Pg:52

(49) Hamd Bin Abdullah Al-Hamd,Sharh Zadil-Mustanqi :Vol:03 ,Page:47

(50) Ibn Hazm,Abu-Hamd Ali Bin Ahmad Qurtabi ,Al-Muhalla Bil-Asar ,Darul-Fikr ,Berut :Vol:02 ,Page:180

(51) Ibn Rajab,Abdur-Rahman bin Ahmad Baghdadi ,Al-Qawaid ,Darul-Kutubil-Ilmiyyah:Pg:348

(52) Qarafi,Ahmad Bin Idrees ,Al-Forooq ,Alamulkutub:Vol:04 ,Pg:113

(53) Ibn Hajar,Abulfazl Ahmad Asqalani ,Fathul-Bari ,Darul-Marifa ,Berut :1379,Vol:05 ,Pg:293

(54) Hetami,Ahmad bin Mohammad Ansari ,Tuhfatul-Muhtaj ,Maktaba Tijariyya Kubra ,Egpt :1357/1983,Vol:07 ,Pg:269

(55) Ramli,Shamsuddin Mohammad Bin Ahmad ,Ghayat-ul-Bayan ,Dar-Ul-Marifa ,Berut :Pg:37

(56) Zarkashi,Badruddin Mohammad Bin Abdullah ,Al-Mansoor fil-Qawaidilfiqhiyyah ,Wazaratul awqafil-Kuwaitiyyah :1405/1985,Vol:03 ,Pg:64

(57) Ibn Rajab,Abdur-Rahman Bin Ahmad Baghdadi ,Al-Qawaid ,Darul-Kutubil-Ilmiyyah:Pg:348